• محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ، أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ ۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے، جنت میں داخل نہیں ہو سکو گے، اور جب تک ایک دوسرے سے محبت سے پیش نہیں آؤ گے مومن نہیں بن سکو گے۔ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ جس پر تم عمل پیرا ہو جاؤ تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو۔ ؟ اور وہ یہ ہے کہ کثرت سے السلام علیکم کہا کرو۔

انسان اپنے بہت سے اعمال کو بالکل معمولی سمجھتا ہے، لیکن درحقیقت وہ بہت بڑے عمل ہوتے ہیں، اور بسا اوقات ان کے نتائج نہایت دوررس نکلتے ہیں۔ ان اعمال میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی ___ بعض دفعہ اس کا ایک ہی عمل جسے وہ بظاہر کوئی اہمیت نہیں دیتا، عظیم فتنہ بپا کر دیتا اور ایک دنیا کو مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ وہ ایسی بات زبان سے نکالتا یا ایسا کام کرتا ہے، جس کی نظر بظاہر کوئی حیثیت نہیں ہوتی، لیکن اس کے نتائج نہایت عمدہ نکلتے ہیں اور وہ ایک عالم کے لیے باعث رحمت بن جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص کسی کی غیبت کرتا ہے اور بلا سوچے سمجھے ایک بات زبان سے نکال دیتا ہے لیکن درحقیقت وہ بات اتنی بڑی ہوتی ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس درجہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے کہ امن و سلامتی اور محبت والفت کے تمام سلسلوں کو منقطع کر کے رکھ دیتی ہے۔ قرآن مجید نے اسی لیے غیبت سے سختی کے ساتھ روکا ہے اور اسے مذموم گردانا ہے۔ حدیث میں بھی اس کی شدید مذمت کی گئی ہے، کیوں کہ اس کے نتائج بدرجہ غایت خطرناک ہو سکتے ہیں۔

یا ایک شخص کسی کے خلاف دل میں ایک بات بٹھا لیتا ہے۔ ابتدا میں وہ بالکل معمولی نوعیت کی بات ہوتی ہے، مگر آہستہ آہستہ بغض و کینہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ دل میں غصہ پلتا رہتا ہے اور عداوت و دشمنی اندر ہی اندر پرورش پاتی رہتی ہے۔ شروع شروع میں جو بات معمولی درجے کی تھی۔ بالآخر فریقین کے لیے مصیبت عظمیٰ بن جاتی ہے اور نوبت خون خرابے اور دائمی دشمنی تک جا پہنچتی ہے۔ اسی بنا پر شریعت میں باہمی بغض و عداوت اور کینہ و حسد سے روکا گیا ہے۔ قرآنِ مجید نے اس سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ سے دعا کی تلقین فرمائی ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔

اور (اے اللہ) ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے خلاف کینہ نہ رکھ جو ایمان لا چکے ہیں۔

یہ برائی اس درجہ خطرناک اور فتنہ انگیز ہے کہ کسی کے دل میں پیدا ہو جائے تو ایک کو دوسرے سے متنفر کر دے گی، محلے میں گھس آئے تو اہل محلہ میں اختلاف اُبھر آئے گا، کسی جماعت میں آ جائے تو اس کا اتحاد و اتفاق افتراق و انتشار میں بدل جائے گا، دو کاروباری دوستوں میں اس کا زہر سرایت کر جائے تو وہ الگ الگ ہو جائیں گے اور نوبت مقدمہ بازی تک پہنچ جائے گی۔ اہل شہر میں یہ بیماری پیدا ہو جائے تو ان میں دنگا فساد بپا ہو جائے گا، کسی ملک میں اس کے اثرات پھیل جائیں تو ملک تباہی و بربادی کی نذر ہو جائے گا اور اگر دو حکومتوں میں یہ مہلک جراثیم پرورش پانے لگیں تو وہ باہم تنفر و عداوت کا مظاہرہ کرنے لگیں گی، اور پھر اس کے نتائج و اثرات جس قدر ہولناک ہو سکتے ہیں، ان کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

اسی طرح عمل خیر اور نیکی کی باتوں کے اثرات بھی نہایت دسیع ہوتے ہیں۔ لبا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک بات معمولی سمجھ کر زبان سے ادا کرتا ہے لیکن وہ نتیجے کے اعتبار سے اس درجہ مؤثر اور انجام کے لحاظ سے اتنی بہتر ہوتی ہے کہ اس سے لوگوں میں محبت والفت کے جذبات اُبھر آتے ہیں، اور ان کے اختلافات اسی کی بدولت ختم ہو جاتے ہیں اور وہ مودت و محبت کی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں جو نہایت امن و سکون پر منتج ہوتی ہے۔

مثلاً جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث کا ایک لفظ السلام علیکم ہے۔ بظاہر یہ ایک معمولی

کلمہ ہے۔ لیکن اس کے معنی و مفہوم کی وسعت پذیریوں پر غور کیا جائے تو یہ ایک عمدہ ترین کلمہ ہے اور اس کو انسانی تعلقات و روابط میں بنیادی اینٹ کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر یہ اخلاص و عمل کے جذبے کے ساتھ زبان سے ادا کیا جائے تو ٹوٹے ہوئے دل جڑ جاتے ہیں اور بکھرے ہوئے لوگ یگانگت و وحدت کا روپ دھار سکتے ہیں۔

حدیث کے یہ الفاظ کتنے مختصر مگر کتنے جامع ہیں۔ ان میں اسلام کی پوری روح سمو دی گئی ہے اور امن و سلامتی کی راہ متعین کر دی گئی ہے۔ فرمایا تم اس وقت تک جنت کے مستحق نہیں ٹھہرو گے، جب تک ایمان کی نعمت سے بہرہ ور نہیں ہو گے، اور اس وقت تک ایمان کی نعمت سے بہرہ ور نہیں ہو سکو گے، جب تک آپس میں محبت و پیار کا برتاؤ نہیں کرو گے۔ یعنی اپنے دل ایک دوسرے کی طرف سے صاف نہیں کرو گے اور باہمی بغض و عداوت کو ختم نہیں کر ڈالو گے، اور اس کے خاتمے کی ایک صورت آپس میں السلام علیکم کہنا ہے۔ السلام علیکم کے معنی ہیں، آپ پر سلامتی ہو، اللہ آپ کو خیر و عافیت سے رکھے اور اس کی مہربانیوں کا سایہ آپ پر ہمیشہ قائم رہے۔

یہ درحقیقت ایک دعا ہے، جو ایک مسلمان، دوسرے مسلمان بھائی کے لیے کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ کو جسمانی طور سے صحت عطا فرمائے، اخلاقی بلندی سے نوازے، فکری توانائی بخشے، مالی لحاظ سے آپ کی حالت درست کرے، کاروباری اطمینان سے سرفراز کرے۔ آفتوں اور مصیبتوں سے آپ محفوظ و مصئون رہیں۔ کوئی شخص آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ دشمن آپ کے درپے آزار نہ ہو اور آپ ہر لحاظ سے مطمئن رہیں۔ جب دوسرا شخص وعلیکم السلام کہتا ہے تو گویا وہ بھی جواب میں اسے یہی جواب دیتا ہے اور اس کے حق میں اپنے بہتر جذبات کا اظہار کرتا ہے۔

ظاہر ہے جب اخلاص قلب سے دو مسلمان بھائی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا کریں گے تو آپس میں الفت و محبت کی راہیں ہموار ہوں گی اور سلامتی و خیر سگالی کے مواقع خود بخود پیدا ہوں گے۔